اردو شاعری میں مساجد کا تذکرہ: جگن ناتھ آزاد اور خاور جیلانی کے خصوصی حوالے سے

ENUMERATION OF MOSQUES IN URDU POETRY : WITH SPECIAL REFERENCE OF JAGAN NATH AZAD AND KHAWAR JALANI

ڈاکٹر صدف نقوی* ، ڈاکٹر محمد امجد عابد**

Abstract:
A mosque occupies central position in muslim society regarding development of ethics and morality. Mosques are source of identification for the Muslims. Mosques have been used as worship pleces along with schooling, court and as a center of cultural activities. The poets of Urdu language have also reflected on the topic of mosque. In this article the researcher has reviewed the poems of Jagan Nath Azad and Khawar Jelani where Jamia Masjid Dehli has mentioned specifically."Jamia Masjid ki Dehli" and "Dehli ki Jamia Masjid" are poems of Jagan Nath Azad and Khawar Jilani respectively. Both poets present two different narratives in terms of subject, style. The poem of Jagan Nath Azad is in the six lined stanza appearance and more in proximity in style with Allama Iqbla's poem "Masjid-e-Qartaba". According to Jagan Nath Azad, a world of thought is hidden in the each brick of Jamia Masjid of Dehli and this mosque is the custodian of all religious and social activities of Muslims. Reading Khawar Jilani's poem "Dehli ki Jamia Masjid" one feels the pages of past turning. In the reign of Auranzaib Alamgir, Sarmad was captured and killed here in front of the mosque. The sole thought of the poem is related with Sarmad's entity. A contrastive study has been conducted in this paper.

Keywords: Urdu Poetery, Mosques as a Center of human integration, Jamia Masjid of Delhi, Jagan Nath Azad, Khawar Jalani.

مساجد اسلامی معاشرے کا مرکز و محور ہوتی ہیں۔ جہاں سے معاشرے کے اخلاق و کردار کی بلندی کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا''[1]

(اور بے شک مساجد اللہ کے لیے ہیں۔ پس ان میں اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔)

* اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو، گورنمنٹ ویمن کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

** اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور

سورۃ توبہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اِنَّمَا یَعۡمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ وَلَمۡ یَخۡشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤی اُولٰٓئِکَ اَنۡ یَّکُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُهۡتَدِیۡنَ''(۲)

(اللہ کی مسجدوں کے آباد کار وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو اللہ اور روزِ آخر کو مانیں اور نماز قائم کریں، زکوۃ دیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈریں۔ انہی سے یہ توقع ہے کہ سیدھی راہ چلیں گے۔)

مساجد دنیا میں امن و سکون، راحت اور خیر و برکت کی جگہیں ہیں۔ جو اللہ کے نزدیک دنیا کی بہترین جگہیں بھی ہیں۔ انسان جب اللہ تعالیٰ کے گھر میں موجود ہوتا ہے تو وہ ہر قسم کے غم والم اور دنیاوی فکر و کشمکش سے محفوظ رہتا ہے۔ تفکرات کی دنیا سے آزاد ہو جاتا ہے۔ اور نمازی دل کی گہرائیوں میں ایک ٹھنڈک کا اثر پاتا ہے۔ مسجد کے لغوی معنی سجدہ گاہ کے ہیں۔ لغت کے اعتبار سے ہر وہ جگہ جہاں ایک مسلمان اللہ کی راہ میں سجدہ کرتا ہے مسجد کہلاتی ہے۔ مسجد کی اہمیت کے حوالے سے علی اصغر چوہدری یوں رقمطراز ہیں:

''مسجد اسلامی زندگی کا ایسا محور ہے جس کے گرد مسلمان کی پوری زندگی گردش کرتی ہے۔ اس کے بغیر کسی اسلامی بستی کے قیام کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔''(۳)

اس سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ نبی کریمؐ نے اس لیے قبا اور مدینہ منورہ میں سب سے پہلے مساجد تعمیر کروائیں۔ مسلمانوں کے دلی تشخص کو برقرار رکھنے کا حقیقی ذریعہ مساجد ہیں۔ مساجد صرف اللہ کی عبادت کے لیے ہی مخصوص نہیں ہیں بلکہ یہ مسلمانوں کا سیاسی، ملی، تعلیمی اور تربیتی مرکز بھی ہوتی ہیں۔ مساجد کو عدالت، مکتب اور مرکز ثقافت کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا رہا ہے اور کسی نہ کسی صورت میں آج بھی استعمال کیا جا رہا ہے۔ اسلام میں مسجد محض ایک رسمی اور چار دیواری کا نام نہیں ہے۔ مسجد کی اہمیت پر علی صغر چوہدری کے الفاظ دیکھئے:

''اللہ تعالیٰ نے مسجد کے وجود کو کمال اہمیت دی ہے اور عزوجل نے اپنی بے مثال حکمت سے مساجد کا ایک قدرتی اور عالمگیر نظام ہی قائم نہیں کیا بلکہ اس کی عظمت و شان کو تمام موضوع کے قلوب میں جا گزیں فرما کر اسلامی رشتہ اخوت و محبت کو بھی استوار کیا ہے۔''(۴)

پاکستان کی تاریخی مساجد میں جامع مسجد شاہجہانی ٹھٹہ، مسجد وزیر خان لاہور، بادشاہی مسجد لاہور، مسجد نیلا گنبد، مسجد بیگم شاہی، مسجد شب بھر، سنہری مسجد اور اسلام آباد کی فیصل مسجد شامل ہیں۔ انڈیا کی جامع مسجد دہلی، جامع مسجد احمد آباد، قوۃ الاسلام مسجد دہلی، مسجد بیگم پور دہلی، موتھ کی مسجد دہلی، موتی مسجد دہلی اور جامع مسجد فتح پور سیکری بہت معروف ہیں اور عالم اسلام کی مشہور مساجد میں مسجد اقصیٰ، قبۃ الصخرہ، جامع مسجد صنعا، جامع مسجد

قرطبہ، مسجد اشبیلیہ، مسجد عمر بن العاص۔ قاہرہ، مسجد عمر۔ بصرہ، جامع مسجد دمشق، جامع مسجد سلیمانیہ، ترکی، اور جامع مسجد اصفہان زیادہ معروف ہیں۔

مسلمانوں کو تو مساجد سے دلی لگاؤ ہوتا ہی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اکثر غیر مسلموں کے ہاں بھی یہی لگاؤ کی کیفیت دیکھنے میں ملتی ہے۔ مساجد سے عقیدت و محبت کا اظہار اردو شاعری میں بھی بکثرت ملتا ہے۔ اس مضمون میں جگن ناتھ آزاد اور خاور جیلانی کی نظموں میں مساجد کے تذکرے کو خصوصی طور پر موضوعِ تحقیق بنایا گیا ہے۔

''دہلی کی جامع مسجد'' جگن ناتھ آزاد اور ''جامعہ مسجد کی دہلی'' خاور جیلانی کی نظمیں ہیں َموضوع پر اسلوب، ہیئت اور ڈکشن کے اعتبار سے دو مختلف بیانیے ہیں۔ جگن ناتھ آزاد ماہر اقبالیات، محقق، سوانح نگار، خاکہ نگار اور سفر نامہ نگار کی حیثیت سے اپنا منفرد مقام رکھتے ہیں۔ اُن کے والد تلوک چند محروم اقبال کے دوستوں میں سے تھے اور اقبال سے بے لوث محبت و عقیدت رکھتے تھے۔ جگن ناتھ آزاد بھی اقبال کی متاثر کن شخصیت کے اسیر تھے۔

اُن کے کلام میں اقبال کا رنگ جھلکتا ہے۔ اُن کی نظم ''اے وادی گریز'' اقبال کی نظم ''اے وادی لولاب'' کی طرز پر ہے۔ وہ ہندو مسلم اتحاد کے بڑے داعی تھے۔ بابری مسجد کی شہادت پر بھی انھوں نے نوحہ لکھا اور بابری مسجد کو چار صدی پر محیط تہذیب کا تسلسل قرار دیتے ہوئے لکھا:

خدا کا گھر ہے مندر بھی ہے، خدا کا گھر ہے مسجد بھی
مجھے تو میرے ہندو دھرم نے بس یہ سکھایا ہے
یہ مسجد آج بھی زندہ ہے، اہلِ دل کے سینوں میں
خبر کیا ہے تجھے مسجد کا پیکر توڑنے والے[۵]

جگن ناتھ آزاد ''دہلی کی جامع مسجد'' کا آغاز ان الفاظ میں کرتے ہیں:

اے جذب طہارت کی امین مسجد جامع
روشن دل و تابندہ جبیں مسجد جامع
اے جلوۂ انوار یقین ، مسجد جامع
اے خاتم دہلی کی نگیں مسجد جامع
ہے آج بھی تسکین نظر تیرا نظارا
تو آج بھی ہے روح کی دنیا کا سہارا[۶]

جگن ناتھ آزاد نے یہ نظم مسدس ہیئت میں لکھی۔ جگن ناتھ مسجد جامع کو ''خاتم دہلی کی نگیں'' قرار دیتے ہیں۔ یہ مسجد قلب و نظر اور روح کے لیے پاکیزگی و طہارت کا سرچشمہ ہے اور آج بھی یہ مسجد انوار کا خزینہ

ہے۔ جس طرح علامہ اقبال نے ''مسجد قرطبہ'' کے نقوش کو ''رنگ ثبات'' قرار دیا تھا اسی طرح جگن ناتھ دہلی کی جامع مسجد کو ''شہپارۂ جاوید'' قرار دیتے ہیں۔آسمان کے نیچے فقر کی تصویر ہے۔ دہلی کی جامع مسجد سے ''سینۂ آدم کے کمالات'' ظاہر ہیں۔ جگن ناتھ آزاد لکھتے ہیں:

تو آج ہے اِک سوزِ محبت کا نمونہ
اے آدمِ خاکی کی کرامت کا نمونہ(۷)

اقبال نے ''مسجد قرطبہ'' کو دیکھ کر کہا تھا کہ مسجد قرطبہ کا وجود عشق سے عبارت ہے۔اس لیے ہر نقش، نقشِ دوام ہے اور ایک معجزے کی شکل اختیار کر گیا ہے:

رنگ ہو یا خشت و سنگ، چنگ ہو یا حرف و صوت
معجزۂ فن کی ہے ، خونِ جگر سے نمود(۸)

جگن ناتھ آزاد بھی دہلی کی جامع مسجد کی ہر اینٹ میں افکار کی دنیا کو پوشیدہ قرار دیتے ہیں اور اس کا ایک ایک پتھر زندہ و بیدار جذبوں کا امین ہے۔ مسجد کی تعمیر گویا انوار کی دنیا ہے:

کیا تجھ سے کہوں کیا ہے تری اوج مقامی
تو عالم فانی میں ہے اِک نقشِ داومی(۹)

اقبال مسجد قرطبہ کو ''کعبہ اربابِ فن'' اور ''سطوتِ دین مبین'' قرار دیتے ہیں اسی طرح جگن ناتھ آزاد ''دہلی کی جامع مسجد'' کو ''معبد انوارِ یقین'' اور ''حاصل ادراک'' قرار دیتے ہوئے اس کی خاک کو ہستی دوامئی سے عبارت سمجھتے ہیں۔ نظم کے آخری بند میں جگن ناتھ آزاد فریاد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس دور میں ذکرِ زمانہ کیا ہو سکتا ہے۔ ہر چیز اپنی اصل سے محروم ہے نالہ ماتم ترانہ نظر آتا ہے۔آہ و فریاد جس پر قوم کو گریہ و زاری کرنی چاہیے تھی وہ قوم ترانے کی دھنوں میں مدہوش ہو چکی ہے۔

اقبال بھی تو اُن عاشقانِ رسول ﷺ کو ڈھونڈتے ہیں۔ جو جفاکش اور سخت کوش ہیں اور مشکلات کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے والے مجاہدین اسلام کا قافلہ کس جگہ ہے؟ وہ جان نثاران اسلام کہاں کھو گئے ہیں؟ اقبال لکھتے ہیں:

کون سی وادی میں ہے، کون سی منزل میں ہے
عشق بلا خیز کا ، قافلۂ سخت جاں(۱۰)

جگن ناتھ آزاد بھی دلی کی مسجد سے اُمید لگاتے ہیں۔ اس دور کے انداز تو ہی بدل سکتی ہے۔ مسلم معاشرے میں ''جامع مسجد'' مسلمانوں کی تمام سر گرمیوں کا مرکز ہے۔ اگر وہاں سے پیغامِ محبت سب کے لیے جاتا ہے تو وہ معاشرہ اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لیتا ہے۔ لیکن افسوس صد افسوس! کہ ہم فرقوں میں بٹ گئے۔

پیغام محبت فراموش کر بیٹھے۔ایسے میں جگن ناتھ پھر اسی دور کو یاد کرتے ہوئے ''دہلی کی جامع مسجد'' سے فریاد اختیار کرتے ہیں:

ممکن ہو تو اس دور کے انداز بدل دے
انسان کا ذرا ذوقِ تگ و تاز بدل دے(۱۱)

اقبال نے بھی ''ساقی نامہ'' میں یہی فریاد کی تھی جب انھوں نے دیکھا:

زمانے کے انداز بدلے گئے
نیا راگ ہے ، ساز بدلے گئے(۱۲)

تو پکاراُٹھے:

شرابِ کہن پھر پلا ساقیا!
وہی جام گردش میں لا ساقیا!(۱۳)

جگن ناتھ آزاد نے ''دہلی کی جامع مسجد'' کے نام سے نظم لکھی۔فیصل آباد کے معروف شاعر خاور جیلانی نے ۲۰۰۲ء میں ''جامعہ مسجد کی دہلی'' کے نام سے طویل نظم تحریر کی جو ہم خیال پبلشرز کی طرف سے شائع ہوئی۔انجم سلیمی خاور جیلانی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''جامع مسجد کی دہلی'' اس کی وہ پہلی تخلیق ہے کہ جو بلا مبالغہ غیر ملکی سطح پر اُس ادبی شباہت کو اعتبار دینے کا باعث بنی ہے۔''(۱۴)

مشرف عالم ذوقی اس نظم کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

''جامع مسجد کی دہلی'' نے اُردو نظم کی اثر آفرینی پر اُن کے اعتماد کو ایک نیا حوصلہ بخشا ہے۔۔۔ یہ فرض اور قرض در حقیقت بھارت کے شاعر اور ادیب کا تھا جو خاور جیلانی نے پاکستان میں رہتے ہوئے چکایا ہے۔''(۱۵)

خاور جیلانی نے بھارت کی سیاحت کے دوران یہ نظم تخلیق کی۔ بصارت کو بصیرت کے خوش اسلوب پیرائے میں جس طرح خاور نے قلم بند کیا ہے وہ بہت کم شعرا کو نصیب ہوتا ہے۔''جامع مسجد کی دہلی'' نے فیصل آباد کی ادبی شناخت اُجاگر کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔''جامع مسجد کی دہلی'' پڑھتے ہوئے ماضی کے اوراق پلٹتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ ماضی کے جھروکوں سے عالمگیری عہد کے ہولناک منظر کو دیکھتے ہیں۔ جب اورنگ زیب عالمگیر کی طرف سے شاہی مسجد دستہ سرمد کو پکڑنے کے لیے جاتا ہے۔ سرمد جامع مسجد دہلی کی سیڑھیوں کے قریب تھا۔ فوجی دستے کو اپنی تلاش میں آتے دیکھتے ہوئے سرمد مسجد کے اندر داخل ہو جاتا ہے۔ سپاہی اس کو پکڑنے کے لیے مسجد کے اندر داخل ہونے لگتے ہیں۔ تو سرمد کہتا ہے کہ میں اورنگ زیب کی سلطنت کی حدود سے باہر نکل

آیا ہوں۔ سپاہیوں نے اس بات کو بادشاہ تک پہنچانے کی ضرورت بھی محسوس نہ کی اور سرمد کو گرفتار کر لیا۔ نظم کا آغاز بھی سرمد کے نام سے ہوتا ہے:

اذاں کا وقت تھا
آواز آتی تھی
اِدھر آؤ۔۔۔ میں سرمد ہوں
اِدھر آؤ۔۔۔ میں سرمد ہوں(۱۶)

''جامع مسجد کی دہلی'' نظم میں اِن الفاظ کے بعد دہلی کا قدیم منظر نامہ ہماری آنکھوں کے سامنے وا ہو جاتا ہے۔ نظم کی چند سطریں دیکھیے:

جامعہ مسجد کی دہلی۔۔۔
(حنوط اَور نگ زیبائی کے قالب میں ڈھلتے وہ آئینہ خانے جو اندھے ہو چکے تھے
خوابگاہیں۔۔۔ جن کی نیندیں اُڑ چکی تھیں۔
ضیافت زار، خدمت گاریے، دیوان گھر، رہداریاں، دالان، آرائش کدے
حمام۔۔۔
۔۔۔ جن میں وحشتیں خونیں قلانچیں بھر رہی تھیں بے بسی کے طشت میں
رکھے)
نمائش کے لیے۔۔۔ ہر گاہ، ہر سو، جابجا موجود تھی۔(۱۷)

خاور جیلانی کا قلم یہ نظم تخلیق کرتے ہوئے تاریخ کے روزناموں کو قلم بند کرتا نظر آتا ہے۔ عالمگیری عہد کی دہلی چشم سامانیوں کے ساتھ اور جامع مسجد اپنے تمام تر منظر نامے کے ساتھ ہماری آنکھوں کے دریچوں کے سامنے جلوہ نمائی کرتی نظر آتی ہے:

مسجد کے بالکل سامنے کا داخلی در تھا۔
داخلی در کے تقابل دار پہلو میں ذرا ہٹ کر، کشادہ رہگزر کے پار
(جس کا اِک کنارہ سیڑھیوں کے پاؤں چھوتا تھا)
نظر کے روبرو حجرہ نما تابوت ایسا مقبرہ تھا
حجرہ نما تابوت ایسا۔۔۔
کہ جس کی روغنِ احمر سے چپڑی، چار دیواری کی شہ رگ کاٹتی جاتی
لہو کی رنگ ریزی(۱۸)

شاعر جامع مسجد کے اس منظر نامے میں خود کو موجود پاتا ہے۔ جامع مسجد کے سامنے موجود وہ اُس زمانے کی دہلیز پر کھڑا ہے جب سن عیسوی کی نوہزاری کی آمد پر جشن ہو رہا ہے اور دہلی کی جامع مسجد کے شاہی امام کی دستار بندی ہو رہی ہے۔ ڈاکٹر ریاض مجید اس حوالے سے رقم طراز ہیں:

''جامعہ مسجد کی سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر تاریخ مسلمانانِ ہند کے زریں باب عالمگیری عہد کے عہد جاری کے تناظر میں عکس بین شاعر کی نگاہِ شاہی در و دیوار سے ہوتی ہوئی سرمد کی آخری آرام گاہ پر ٹھہر جاتی ہے۔''(۱۹)

''جامع مسجد کی دہلی'' میں شاعر مغلیہ سلطنت کے عروج و زوال کا نقشہ پیش کرتا ہے۔ جامعہ مسجد کی سیڑھیوں پر جب سرمد کو قتل کیا جا رہا تھا۔ تو شاعر چشم تخیل سے اس منظر کو دیکھ رہا تھا۔ ایک طرف یہ منظر تھا:

امام شاہ کی دستار بندی کا سبب۔۔۔
تاجدارانہ امامت کا توارث
اپنی تازہ تاجپوشی کر رہے ہاتھوں پہ بیعت کر رہا تھا(۲۰)

اور دوسری طرف:

(''کلام جاہ داری کا مفسر۔۔۔ شور برپا تھا
مگر اس شور کو سرمست۔۔۔ وحدت باف لفظوں کی صدائے معرفت آثار۔۔۔
''سرمد ہوں۔۔۔ میں سرمد ہوں۔''
''اِدھر آؤ میں سرمد ہوں''۔۔۔ کی صورت سرمدی خود میں سموئے اجنبی سے۔۔۔ (مجھ
ایسے اجنبی سے، جو کئی صدیوں سے جیسے
جامعہ مسجد کے اُن جلاد زینوں پر مسلسل ایستادہ تھا۔)
۔۔۔ مخاطب تھی۔''(۲۱)

خاور جیلانی کی اس نظم کا وحدت خیال سرمد کی ذات ہے۔ اُس کی ذات کے آئینے میں وہ جامعہ مسجد کی دہلی کے منظر نامے کو پینٹ کرتا ہے۔ سرمد کون تھا؟ سرمد کے بارے میں تاریخ میں ہمیں تفصیل سے کچھ نہیں ملتا۔

مختلف تاریخ ماخذوں سے معلومات ہمارے سامنے آتی ہیں کہ سرمد ایران کے ایک یہودی تاجر خاندان کا چشم و چراغ تھا۔ اسلام سے متاثر ہو کر وہ مسلمان ہو گیا اور اورنگ زیب کے عہد میں سندھ سے ہوتا ہوا دہلی آیا۔ تصوف اور طریقت کی طرف مائل تھا۔ دارالشکوہ جو کہ اورنگ زیب کا سوتیلا بھائی تھا اور تصوف اُس کا مسلک ہی نہیں اُس کی فطرت بن چکا تھا۔ اسی وجہ سے وہ سرمد کی طرف متوجہ ہوا۔ دارالشکوہ چونکہ تخت و تاج ہند کا داعی تھا۔

لہٰذا اُس کو اورنگ زیب نے قتل کروا دیا اور اُس کے ساتھیوں کو بھی ختم کر دیا گیا۔ سرمد بھی دارالشکوہ کا ساتھ ہونے کی وجہ سے وظیفہ خوار ملاؤں اور مفتیوں کی چیرہ دستیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ شاکر غوری لکھتے ہیں:

''سرمد آج بھی اپنے کرداری معنویت میں منافقوں کے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔''(۲۲)

سرمد ریاستی سیاست کا شکار ہوا۔ شاعر نے ان عالمگیری عہد کی منافقانہ سرگرمیوں کو بڑی پختگی سے پیش کیا ہے۔ اُس عہد کے منظر نامے کے مطابق الفاظ کا چناؤ تراکیب، استعارے شاعر کی فنی پختگی کا ثبوت ہیں۔ نظم کی یہ سطور دیکھیے:

انہیں دیکھو۔۔۔ یہ مُلّا لوگ
روزانہ مؤذن کا کہا آمین کر کے
راستی کی سمت جتنی بار آنے کا کرم کرتے ہیں
اتنی بار واپس لوٹ جانے میں ہی عافیت سمجھتے ہیں فقیروں کی دعا ہے۔۔۔
اجنبی تم کو خدا اس پنجگانہ بے نصیبی سے محفوظ رکھے بارگاہ ایزدی میں ایک وہ
سجدہ گزارو تم اپنی طوالت میں تمہاری زندگی بھر سے زیادہ ہوا(۲۳)

خاور جیلانی نے ''پنجگانہ بے نصیبی'' کی جو ترکیب استعمال کی ہے۔ وہ اس منافق معاشرے پر ایک بھرپور طمانچہ ہے۔ اقبال نے بھی تو یہی کہا تھا:-

وہ اِک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

خاور نظم میں سرمد کی موت کا منظر پیش کرتا ہے:

''فریضۂ امام شاہ مجھ کو اپنی شاہی اقتدا میں کھینچ لے آنے پر آخر سرخرو ٹھہرا۔''(۲۴)
دستِ اجل کی رحل نوری پر دھرے۔۔۔
ہستی کے مصحف کا مراقب!
لہو۔۔۔
اپنے جنازے کا تن تنہا نمازی۔۔۔!!(۲۵)

خاور جیلانی نے ''پنجگاہ بے نصیبی'' کے طنز کے ساتھ جس ایک سجدے کا ذکر کیا ہے۔ وہ وہی سرمدی سجدہ ہے جس کے گرد ہمیں یہ پوری نظم گھومتی دکھائی دیتی ہے۔ ''اپنے جنازے کا تن تنہا نمازی'' سرمد کی ''کوئے دار'' کے منظر نامے کو عیاں کرتی ہے۔

جگن ناتھ آزاد کی نظم ''دہلی کی جامع مسجد'' میں مرکزیت جامع مسجد کو حاصل تھی اور اقبال کی نظم ''مسجد قرطبہ'' کی طرح دہلی کی جامعہ مسجد بھی ہماری رفعتوں کی امین ہے جب کہ خاور جیلانی کی نظم ''جامعہ مسجد کی دہلی'' میں کلام کا ارتکاز جامعہ مسجد نہیں بلکہ دہلی ہے۔تاریخ کے اوراق کی تصویر کشی اس نظم کے منظر نامے میں نظر آتی ہے۔بقول خالد محمود خان:

''سطوت شاہانہ۔۔۔ مطلق العنانی اشارہ ابرو پر نظام کا بدل جانا۔۔۔ فرد کی انار کی۔''(۲۶)

اس نظم کا موضوع ہے۔ نظم اپنے اسلوب اور ڈکشن کے حوالے سے اُردو کی اہم نظموں میں شامل ہونے کی حق دار ہے۔کوثر علی لکھتے ہیں:

''یہ نظم راز و نیاز کی نظم ہے اور قبولیت کے لمحوں میں لکھی گئی ہے۔۔۔ یہ نظم حضوری اور سروری کے عالم میں ادا کی گئی نمازِ تہجد کی مانند ہے۔''(۲۷)

جگن ناتھ آزاد کے بابری مسجد کے حوالے سے جذبات دیکھ کر یہ گمان کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ یہ کسی ہندو کے جذبات ہیں۔''دہلی کی جامع مسجد'' پر بھی انھوں نے سات ہندوؤں پر مشتمل نظم تحریر کی جو ۱۹۶۶ء میں یک کتابی نظم کی صورت میں شائع ہوئی۔ نظم اپنے اسلوب میں اقبال کی نظم ''مسجد قرطبہ'' سے مماثل قرار دی جا سکتی ہے۔انھوں نے بہت سی نعتیں بھی لکھیں۔ جگن کی شاعری جذبہ حب الوطنی سے عبارت ہے۔اپنی نظم ''دہلی کی جامع مسجد'' میں انھوں نے جامع مسجد کو دلوں کی طہارت کا امین قرار دیا ہے۔

جگن ناتھ آزاد کی نظم ''دہلی کی جامع مسجد'' اپنے اسلوب اور ہیئت کے اعتبار سے اقبال کی نظم ''مسجد قرطبہ'' کے زیادہ قریب دکھائی دیتی ہے جب کہ خاور جیلانی کی نظم ''جامعہ مسجد کی دہلی'' ایک مکالماتی نظم ہے جو جامع مسجد کے ساتھ ساتھ دہلی کا شہر آشوب ہے جو دہلی کے اُجڑنے کی داستان پر لکھا گیا۔ یہ نظم دہلی کی تباہی و بربادی کو پوری جزئیات کے ساتھ پیش کرتی ہے۔ بلاشبہ ''دہلی کی جامع مسجد'' اور جامعہ مسجد کی دہلی'' اپنے موضوع کے اعتبار سے ادبی تاریخ میں منفرد مقام کی حامل نظمیں ہیں۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ سورۃ الجن، آیت ۱۸

۲۔ سورۃ التوبہ، آیت ۱۸

۳۔ علی اصغر چوہدری، مساجد اسلامی معاشرے کا مرکز و محور، لاہور: حرا پبلی کیشنز، ۱۹۹۲ء، ص ۱۰

۴۔ ایضاً، ص ۱۰۷

۵۔ جگن ناتھ آزاد، دہلی کی جامع مسجد، دہلی: مکتبہ جامع لمیٹڈ، ۱۹۶۶ء، ص ۱

۶۔ ایضاً، ص ۱

۷۔ ایضاً، ص ۴

۸۔ محمد اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال اُردو، لاہور: الفیصل ناشران وتاجران کتب، ۱۹۹۸ء، ص ۲۱

۹۔ جگن ناتھ آزاد، دہلی کی جامع مسجد، ص

۱۰۔ محمد اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال اُردو، ص ۲۱۵

۱۱۔ جگن ناتھ آزاد، دہلی کی جامع مسجد، ص ۷

۱۲۔ محمد اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال اُردو، ص ۲۳۵

۱۳۔ ایضاً، ص ۲۳۸

۱۴۔ جگن ناتھ آزاد، دہلی کی جامع مسجد، ص ۱۱

۱۵۔ خاور جیلانی جامعہ مسجد کی دہلی، فیصل آباد: ہم خیال پبلشرز، ۲۰۰۲ء، ص ۱۶۔۱۷

۱۶۔ ایضاً، ص ۲۵

۱۷۔ جگن ناتھ آزاد، دہلی کی جامع مسجد، ص ۲۵۔۲۶

۱۸۔ ایضاً، ص ۲۷

۱۹۔ ایضاً، ص ۳۷

۲۰۔ ایضاً، ص

۲۱۔ خاور جیلانی، جامعہ مسجد کی دہلی، ص ۲۹

۲۲۔ ایضاً، ص ۴۶

۲۳۔ ایضاً، ص ۳۱

۲۴۔ ایضاً، ص ۳۱

۲۵۔ ایضاً، ص ۳۲

۲۶۔ ایضاً، ص ۴۳

۲۷۔ ایضاً، ص ۴۶